مکتبہ جمال کرم لاہور

پروفیسر حبیب اللہ چشتی

مکتبہ جمالِ کرم

9. مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور فون: 7324948

نام کتاب ـــــــ جشن میلاد النبی ﷺ کا انکار کیوں؟

مصنف ـــــــ پروفیسر حبیب اللہ چشتی

اشاعت اول ـــــــ اپریل 2004ء

تعداد ـــــــ گیارہ سو

زیر اہتمام ـــــــ ایم احسان الحق صدیقی

ناشر ـــــــ مکتبہ جمال کرم لاہور

قیمت ـــــــ 15روپے

ملنے کے پتے

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴۔انفال سنٹر اردو بازار کراچی

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

☆ احمد بک کارپوریشن عالم پلازہ کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی

☆ مکتبہ البصرہ چھوٹکی گھٹی حیدرآباد

☆ ضیاء الامت بک سنٹر دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

☆ مکتبہ المجاہد دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسی بھی نعمت کے ملنے پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے اور انسانی فطرت کا تقاضا بھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔"[1]

(فرما دیجئے کہ یہ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہے، پس اس پر خوشی مناؤ! یہ تمام چیزوں سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔)

اس آیہ کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر جب بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہو، تو اسے اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا چاہیے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔"[2]

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ملاحظہ فرمائیں اور دعا کی قبولیت پر خوشی و مسرت کے اظہار کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں:

"رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔"[3]

(اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دسترخوان نازل فرما تا کہ وہ

---

[1] القرآن (۵۸-۱۰) [2] القرآن (۱۱-۹۳) [3] القرآن (۱۱۴-۵)

ہمارے لیے عید ہو جائے ، ہمارے اگلوں ، پچھلوں کے لیے بھی ، اور تیری طرف سے نشانی ، اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مائدہ اترنے کے دن کو یوم عید قرار دے رہے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت پر خوشی و مسرت کا اظہار اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، تو جس دن کائنات کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت باعث تخلیق کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصیب ہوئی ، اور جس روز وہ نعمت عظمیٰ ملی جو ہر نعمت کا سبب اور ذریعہ ہے۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے شاعر مشرق نے ان کی بارگاہ نازنین میں محبتوں کا یوں خراج کیا ہے:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو　　چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مئے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو　　بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا، ایستادہ اسی نام سے ہے　　نبض ہستی، تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اس نعمت کبریٰ کے حصول پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا حکم الٰہی کی کیسی قوی تعمیل ہوگی اور کس قدر سعادتوں اور برکتوں کو سمیٹنے کا ذریعہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام شروع سے ہی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافل میلاد سجاتے رہے ہیں: جن میں درود و سلام کے نذرانے پیش کئے جاتے ہیں، اس خوشی میں صدقات و خیرات کئے جاتے ہیں، کھانے تقسیم کئے جاتے ہیں اور خوشیوں اور مسرتوں کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔

محدث ابن جوزی فرماتے ہیں!

"لایزال أهل الحرمین الشریفین والمصر والیمن والشام و سائر بلاد العرب من المشرق والمغرب یحتفلون بمجلس مولد النبی صلی الله علیه وسلم و یفرحون بقدوم هلال شهر ربیع الاول۔"[1]

(اہل مکہ و مدینہ، یمن، شام اور تمام عالم اسلام شرق تا غرب، ہمیشہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقعہ پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آئے ہیں اور ربیع الاول کے آنے پر خوشیوں اور مسرتوں کا اظہار کرتے رہے ہیں۔)

امام حافظ سخاوی فرماتے ہیں:

"لایزال أهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یحتفلون فی شهر مولده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعمل والولائم البدیعة المشتملة علی الامور البهجة الرفیعة۔"[2]

(تمام اطراف و اکناف میں اہل اسلام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں خوشی و مسرت کی بڑی بڑی محافل کا انعقاد کرتے آئے ہیں۔)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

[3] شارح بخاری امام قسطلانی نے بھی تقریباً یہی الفاظ درج فرمائے ہیں۔[4]

[1] المیلاد النبوی، ص: ۲۵۸، سبل الهدی: ۱/ ۴۳۹، [3] ماثبت من السنة، ص: ۱۰۲ [4] المواهب اللدنیه: ۱/ ۲۷

بے شمار علماء کرام نے اپنی اپنی تصانیف میں یہ درج فرمایا ہے کہ اہل اسلام شروع ہی سے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافل میلاد سجاتے آئے ہیں اور فرحت ومسرت کا اظہار کرتے آئے ہیں۔

محافل میلاد کے فوائد ومقاصد:

محافل میلاد کا انعقاد کوئی بے مقصد عمل نہیں بلکہ اس کے بے شمار فوائد ومقاصد ہیں، جن میں چند ایک یہ ہیں:

حکم الٰہی کی تعمیل:

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی عطا پر خوشی ومسرت منانے کا جو حکم دیا ہے، محافل میلاد سے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کے ملنے پر خوشیوں کا اظہار کر کے اس حکم کی تعمیل ہوتی ہے، رب منعم کی نعمتوں کا چرچا ہوتا ہے۔

شکر الٰہی کا ذریعہ:

بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت پر شکر بجالائے اور شکر ایک دلی کیفیت ہے، جس کا اظہار کسی نہ کسی عملی صورت میں ہوتا ہے۔ اسی لیے شکر کبھی سجدوں سے ادا کیا جاتا ہے، کبھی زبان سے، کبھی کسی اور عمل سے، اور کبھی صدقہ و خیرات کر کے۔

ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ چند صحابہ کرام کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔ آج کیسے بیٹھے ہو؟ تو انھوں نے عرض کیا:

''جلسنا نذكر الله و نحمده علٰى أن هدانا لدينه و من علينابك''

(ہم بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں اور دین اسلام کی ہدایت دینے پر اس کی حمد کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کے گن گا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرما کر ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا۔

''ان الله عزوجل يباهي بكم الملائكة'' [1]

(تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے۔)

اور محافل میلاد شکر الٰہی بجالانے کی اور صحابہ کرام کی اسی سنت کو پورا کرنے کی منظّم صورت ہیں۔

فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب:

اندازہ فرمایئے ایک پرشکوہ جلوس گزر رہا ہے، جس میں درودوں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، گلیوں اور بازاروں کو دلہن کی طرح سجایا ہوا ہے، عطر کا چھڑکاؤ کیا جا رہا ہے، پورا ماحول معطر اور معنبر ہے۔ بچے اپنے بڑوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ انہیں بتایا جائے کہ آج ہمارے پیارے نبی، نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن ہے، جس پر ہم سب خوشیاں منا رہے ہیں، تو ان کے دلوں میں سرکار کی عظمت کا کیسا نقش ثبت ہو جائے گا اور ان کے دلوں میں سرکار کی محبت کس شدت سے پیدا ہوگی۔

[1] سنن نسائی بحوالہ علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ، ص: ۸۷

محافل میلاد سب میں اور خصوصاً بچوں میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فروغ کا ذریعہ ہیں۔

رحمت الٰہی کے حصول کا ذریعہ:

اللہ تعالیٰ کو ہر وہ عمل بڑا ہی محبوب ہے جس کا تعلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہوتا ہے۔ صحیح بخاری کی بہت ہی مشہور روایت کے مطابق جب اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرنے پر ابولہب جیسے کافر کے عذاب میں تخفیف فرما دیتا ہے تو جو اہل ایمان سرکار کے میلاد پر خوشی ومسرت کا اظہار کرے گا، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اسے کس طرح اپنے دامن میں نہ لے لیں گی۔

علامہ شمس الدین ابن الجزری فرماتے ہیں:

جب ابولہب کے عذاب میں میلاد کی خوشی کرنے پر تخفیف کردی گئی۔ **"مما حال المسلم الموحد من اُمة محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ینشر مولده و یبذل ماتعمل الیه قدرة فی محبته لعمری انما یکون جزاه من الله الکریم أن یدخله بفضله جنات النعیم۔"**[1]

(تو وہ مسلمان، جو آپ کی امت سے ہے، میلاد کی خوشی میں کیا مقام پائے گا؟ خدا کی قسم میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی میں جنت النعیم عطا فرمائے گا۔)

---

[1] حجۃ اللہ علی العالمین، ص: ۲۳۸

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''میں مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم کی ولادت باسعادت کے دن ایک ایسی محفل میلاد میں شریک ہوا، جس میں لوگ آپ کی بارگاہ عالی میں درود و سلام کے ہدیے پیش کر رہے تھے، اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت باسعادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ کی بعثت سے پہلے ہوا، تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہوگئی، انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے یہ تو ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھ سے دیکھا یا فقط باطنی آنکھ سے، بہر حال غور و خوض کرنے پر مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں، جو ایسی مجالس میں شرکت کرنے کے لیے مقرر کئے گئے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا ہے۔''[1]

حضرت شاہ صاحب ہی اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''میں ہر سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کے موقعہ پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا۔ لیکن ایک سال میں یہ اہتمام نہ کرسکا۔ میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر (میلاد کی خوشی میں) لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ میں نے خواب دیکھا کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں''[2]

محفل میلاد پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح کرم فرماتے ہیں ان کی

---

[1] فیوض الحرمین ص ۸۱۔ ۸۰ [2] الدر الثمین ص ۴۰

ایک جھلک ملاحظہ ہو:

ایک مرتبہ حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ محفل میلاد پڑھ رہے تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی شریک محفل تھے۔ محفل میلاد سنتے سنتے حضرت حاجی صاحب ایک دم کھڑے ہو گئے اور پوری محفل پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ اختتام محفل پر سامعین نے حضرت حاجی صاحب سے پوچھا، حضرت آپ کھڑے کیوں ہو گئے تھے؟ جبکہ قیام کا ذکر بھی نہیں آیا تھا۔ آپ فرمانے لگے آپ نے نہیں دیکھا کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تھے، میرے ذوق وشوق اور محبت رسول نے مجھے کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنے پر مجبور کر دیا۔"[1]

محافل میلاد کے انہیں مقاصد کے پیش نظر ربیع الاول کا چاند طلوع ہوتے ہی فضائیں درود وسلام کی آوازوں سے گونجنے لگتی ہیں۔ ایک دینی روح پوری قوت سے ماحول پر طاری ہو جاتی ہے۔ سرکار کی ولادت باسعادت کی خوشی میں لوگ گھروں، محلوں اور دکانوں کو دلہن کی طرح سجاتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور مختلف طریقوں سے مسرتوں اور خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کے خزانے لوٹتے ہیں اور سرکار کی نظر کرم کے امیدوار بنتے ہیں۔

"مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہیں نصاریٰ وہنود کی مشابہت تو نہیں" نامی پمفلٹ کا تنقیدی جائزہ

ازحد افسوس ہے ان لوگوں پر جو اس مبارک موقعہ پر سرکار کے غلاموں پر

---

[1] الحقیقہ، میلاد نمبر، ص: ۲۵

طرح طرح کے اعتراضات کر کے نہ جانے کس کی غلا کی نبھاتے ہیں، مختلف اشتہار اور پمفلٹ تقسیم کرتے ہیں، جن میں محافل میلاد کے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات پھیلا کرامت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں۔

امسال بھی ایک پمفلٹ تقسیم کیا گیا، جس کا عنوان ہے ''مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں نصاری اور ہنود کی مشابہت تو نہیں؟

اس پمفلٹ کے لکھنے والے کوئی ابو طاہر نامی صاحب تھے اور مرکز الدعوۃ اسلامیہ پوسٹ بکس ۲۷، اسٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کا شائع کردہ ہے۔ اس پمفلٹ کی طرف توجہ دینے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ لیکن چونکہ عام لوگ سے پڑھ کر شکوک وشبہات کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اور حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر رحمت کے امیدوار بنتے ہوئے اس میں اٹھائے گئے اعتراضات پر ایک تحقیقی نظر ڈالتے ہیں **اقول و باللہ التوفیق۔**

تاریخ میلاد النبی ﷺ

مضمون نگار لکھتے ہیں:

''کتب تاریخ وسیر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت اکثر مورخین ۹ ربیع الاول بیان کرتے ہیں اور ماضی قریب کے دو عظیم سیرت نگاروں: علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اور علامہ شبلی نعمانی نے ۹ ربیع الاول کی صبح کو آپ کی صحیح ترین تاریخ ولادت قرار دیا ہے۔ مصر کے مشہور ہیئت دان عالم، محمود پاشا

فلکی نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۹ ربیع الأول بروز دو شنبہ بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی''

جواباً پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اگر مضمون نگار اور ان کی جماعت ۹ ربیع الاول کو یوم عید میلاد النبی کے طور پر منا رہی ہوتی تو ہم سمجھتے کہ یہ لوگ بھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کرنے میں مخلص ہیں۔ صرف ایک تاریخی اختلاف ہے کہ یوم میلاد ۹ ربیع الاول ہے یا ۱۲ ربیع الاول؟ جبکہ یہ لوگ نہ ۹ کو مناتے ہیں اور نہ ہی ۱۲ کو۔ کیا اس سے یہ حقیقت بالکل واضح نہیں ہورہی کہ مضمون نگار صاحب کسی حقیقت کے متلاشی نہیں بلکہ صرف اعتراض برائے اعتراض اور امت مسلمہ میں افتراق وانتشار کے بیج بونے کے جنون میں لکھتے جا رہے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ۹ ربیع الاول کا قول کسی صحابی یا تابعی کا قول نہیں، کسی مستند مورخ نے بھی ۹ ربیع الاول کا قول نہیں کیا، جبکہ ۱۲ ربیع الاول کے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم ولادت ہونے کا قول صحابہ کرامؓ، تابعین، مستند مورخین اور جمہور نے کیا ہے۔

حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں، دونوں سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے:

''ولد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شہر ربیع الاول۔[1]''

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے روز

[1] البدایہ والنہایہ: ۲/۲۶۰

بارہویں ربیع الاول کو ہوئی)

امام محمد بن اسحاق تابعی، جو پہلے سیرت نگار ہیں، لکھتے ہیں:

''ولد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الاثنين لاثنتى عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول عام الفيل۔''[1]

(حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے)

شیخ ابوزہرہ[2] امام غزالی[3] حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی[4] اور بے شمار علماء ومحدثین نے بارہ ربیع الاول کو ہی یوم ولادت قرار دیا ہے۔

یہاں تک کہ مفتی عنایت احمد کاکوروی[5] مفتی محمد شفیع دیوبندی[6] اور مولانا مودودی بھی[7] اسی کے قائل ہیں اور مولانا مودودی نے اسی کو جمہور کا قول قرار دیا ہے۔

کاش ابوطاہر صاحب محمود پاشا فلکی کے متعلق محمد شفیع دیوبندی کی یہ تحقیق ہی پڑھ لیتے:

''اور محمود پاشا ملکی مہدی نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے، یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع، ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے۔''[8]

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں صحابہ کرام، تابعین عظام،

---

[1] السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۱ ص ۱۵۹ ۔ [2] خاتم النبیین ج ۱ ص ۱۱۵ ۔ [3] فقہ السیرۃ ص ۶۰ ۔ [4] نور العیون ص ۳ ۔ [5] تاریخ حبیب الہ ص ۱۴ ۔ [6] سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۸ ۔ [7] سیرت سرور عالم ص ۹۳ ۔ [8] سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۸

مورخین اور جمہور کے قول کو رد کر کے محمود پاشا فلکی کی بے سند تحقیق پر ڈٹ جانا گمراہی نہیں، تو ہدایت کی کون سی قسم ہے؟

ایک میرے آشیاں کے چار تنکوں کے لیے
برق کی زد میں گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

تاریخ وصال النبی ﷺ

ابو طاہر صاحب کہتے ہیں۔

''اگر بالفرض ۱۲ ربیع الاول کو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت تسلیم کر لی جائے، تو ۱۲ ربیع الاول ہی آپ ﷺ کا یوم وفات ہے جو کہ بغیر کسی اختلاف کے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔''

یہ دعویٰ یا تو تاریخ سے قطعی ناواقفیت پر دلیل ہے یا تعصب و عناد کا منہ بولتا شہکار۔ یہ دعویٰ کئی حوالوں سے رد ہو سکتا ہے لیکن چونکہ مضمون نگار موصوف کے نزدیک علامہ شبلی نعمانی ور ماضی قریب کے عظیم سیرت نگار ہیں، اس لیے میں اس تناظر میں علامہ شبلی کی تحقیق ہی درج کر دیتا ہوں۔ فیصلہ آپ خود کر لیں کہ جس کو ابو طاہر صاحب ''متفق علیہ'' کہتے ہیں، ان کے عظیم سیرت نگار کیا کہتے ہیں۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''تاریخ وفات کی تعیین میں راویوں کا اختلاف ہے۔ کتب حدیث کا تمام تر دفتر چھان ڈالنے کے بعد بھی تاریخ وفات کی مجھ کو کوئی روایت احادیث میں نہیں مل سکی، ارباب سند کے ہاں تین روایتیں ہیں: یکم ربیع الاول، دوم ربیع الاول اور ۱۲ ربیع الاول۔ ان تینوں روایتوں میں باہم ترجیح دینے کے لیے اصول روایت و

درایت دونوں سے کام لینا ہے اور دوم ربیع الاول کی روایت ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور ابومخنف کے واسطے سے مروی ہے (طبری ص ۱۵۔۱۸) اس روایت کو گو اکثر قدیم مورخوں (مثلاً یعقوبی و مسعودی وغیرہ) نے قبول کیا ہے، لیکن محدثین کے نزدیک یہ دونوں مشہور دروغ گو اور غیر معتبر ہیں۔ یہ روایت واقدی سے بھی ابن سعد وطبری نے نقل کیا ہے۔ (جز و وفات) لیکن واقدی کی مشہور ترین روایت، جسے اس نے متعدد اشخاص سے نقل کیا ہے، وہ ۱۲ ربیع الاول کی ہے۔ البتہ بیہقی نے دلائل میں بسند صحیح سلیمان الیتمی سے دوم ربیع الاول کی روایت ب' ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبٰی اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہے ذکر کی ہے (فتح الباری، وفات) امام سہیلی نے روض الانف میں اسی روایت کو اقرب الحق لکھا ہے۔ (جلد دوم، وفات) اور سب سے پہلے امام مذکور نے ہی درایۃً اس نکتے کو دریافت کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت قطعاً ناقابل تسلیم ہے کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں، روز وفات دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری، ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی الحجۃ ۱۰ھ کی نویں تاریخ کو جمعہ کا دن تھا (صحاح قصہ، حجۃ الوداع، صحیح بخاری تفسیر الیوم انمکت لکم دینکم) ذی الحجۃ، محرم ۱۰ھ جمعہ سے ۱۲ ربیع ار ول ۱۱ھ تک حساب لگاؤ ذی الحجۃ، محرم، صفران تینوں مہینوں کو خواہ ۲۹، ۲۹ خواہ ۳۰، ۳۰ خواہ بعض ۳۰ کسی حالت اور شکل سے ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑ سکتا۔ اس لیے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعاً غلط ہے......اس لیے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ۱۱ھ ہے''[1]

اب تو قارئین کرام پر واضح ہو گیا ہوگا کہ ۱۲ ربیع الاول کو متفق علیہ یوم وفات

[1] سیرت النبی: ۲/۵-۱۰۴

کہنا سوائے تعصب کے اور کچھ نہیں۔

غم کیوں نہیں مناتے؟

ابوطاہر صاحب کہتے ہیں:

''دنیاوی قاعدے کے اعتبار سے بھی اگر کوئی شخص کسی تاریخ کو پیدا ہوا اور پھر اتفاق سے اسی تاریخ کو فوت ہو جائے تو عزیز و اقارب اس دن خوشی نہیں مناتے۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ کیسی محبت ہے کہ ہم اس دن جشن مناتے ہیں، جس دن آپ نے وفات پائی۔''

یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ ۱۲ ربیع الاول قطعاً حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم وفات نہیں ہے۔ اگر بالفرض ۱۲ ربیع الاول ہی سرکار کا یوم وصال بھی ہوتا تو پھر بھی یہ روز سعید فرحت و مسرت ہی کے طور پر منایا جاتا، نہ غم و اندوہ کے انداز میں۔ مضمون نگار صاحب تو دنیاوی قاعدے پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھ رہے ہیں جبکہ بات دنیاوی قاعدے کی نہیں، دینی قاعدے کی ہے۔ دینی قاعدہ تو یہ ہے، صحابہ کرام فرماتے ہیں:

''امرنا ان لانحد علی میت فوق ثلاث'' الخ ۲۳

(ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کسی وفات یافتہ پر تین دن سے زائد غم نہ منائیں)

دینی قاعدہ یہ بنا کہ کسی کا یومِ پیدائش یاد کے طور پر منایا جائے گا مثلاً جمعۃ المبارک کا دن مسلمانوں کے لیے یوم عید ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ پڑھی۔ آپ کے پاس ایک یہودی تھا، وہ کہنے لگا اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو

ہم اسے عید بنا لیتے حضرت ابن عباس نے فرمایا ''نزلت فی یوم عیدین فی یوم الجمعة و فی یوم عرفة'' (رواہ الترمذی)[۱]

(یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری یعنی جمعہ اور عرفہ کے دن)

ثابت ہوا اہل اسلام کے نزدیک جمعہ یوم عید ہے۔ جمعہ کو یہ افضلیت اور شرف کیوں ملا؟ اس کی وضاحت نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں فرمائی:

''افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و فیه قبض''[۲]

(تمام دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے، اسی روز حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز آپ نے وفات پائی)

ایک ہی دن آپ کا یوم پیدائش بھی ہے اور یوم وصال بھی، لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم وصال پر دکھ اور افسوس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ پیدائش کا اعتبار کرتے ہوئے اسے یوم عید قرار دیا۔ کیونکہ تین دن سے زیادہ افسوس کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

ثابت ہوا کہ اگر بالفرض بارہ ربیع الاول ہی سرکار کا یوم وصال بھی ہوتا تو سرکار کی تعلیمات کے مطابق، تب بھی اس دن کو یوم پیدائش کے طور پر ہی منایا جاتا۔

امام سیوطی اسی تناظر میں لکھتے ہیں:

''فدلت قواعد الشریعة علی أنه یحسن فی هذا الشهر اظهار الفرح بولادته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم دون اظهار الحزن فیه بوفاته۔''[۳]

(شریعت کا مذکورہ اصول رہنمائی کرتا ہے کہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت پر خوشی ہی کا اظہار کیا جائے، نہ کہ وصال پر غم منایا جائے۔)

پھر سوال یہ بھی ہے کہ کیا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے سے

[۱] مشکوۃ۔ کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ [۲] سنن نسائی ج ا ص ۱۵۰ [۳] الحاوی للفتاوی ج ا ص ۱۹۳

نبوت کا فیضان ختم ہو گیا؟ جب سرکار وصال فرمانے کے بعد بھی زندہ ہیں اور فیضان بھی جاری ہے، تو آخر غم کس چیز کا کیا جائے؟ حضرت ملا علی قاری نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے:

"لیس ھناک موت ولا فوت بل انتقال من حال الی حال"[1]

(یہاں نہ موت ہے، نہ وفات بلکہ صرف ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جانا ہے)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے پر صحابہ کرام کے غم واندوہ کے واقعات بیان کر کے یہ کہنا کہ اس دن خوشی کیوں مناتے ہو، جس دن صحابہ کرام پر غم کے پہاڑ ٹوٹے اور جس دن سارا مدینہ سوگوار تھا۔

جواباً اولیں گذارش تو یہ ہے کہ سرکار کا وصال بارہ ربیع الاول کو نہیں ہوا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، اس لیے یہ استدلال باطل ہے۔

دوسرا، جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود تین دن سے زائد غم منانے سے منع فرمادیا ہے، تو تم کس شریعت کے مطابق غم منانے کا حکم دے رہے ہو؟

اگر کوئی کہے کہ جب انبیاء کرام علیہ السلام وصال کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں تو صحابہ کرام پر غم کے یہ احوال کیوں گذرے؟

تو یہ وقتی فراق کا سبب تھا۔ جیسے اگر کسی ماں کا بیٹا کسی اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے لیے کسی دوسرے ملک جائے، تو اگرچہ بیٹا ترقی پر فائز ہو رہا ہے لیکن وقتی

[1] شرح الشفا ج ا ص ۳٦

فراق کے سبب ماں کی آنکھیں ضرور چھلکیں گی۔ بلا تشبیہ و تمثیل سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر جو صحابہ کرامؓ کو فراق ظاہری پیش آیا تھا، اسی سبب سے ان پر حزن وملال کے احوال پیدا ہوئے۔

ابو طاہر صاحب لکھتے ہیں:

''افسوس کہ جس روز ایسا ہوا، اسی روز ہم خوشیاں مناتے، جھنڈیاں لگاتے، ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے، بھنگڑا ڈالتے، جعلی داڑھیاں لگا کر سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استہزاء کرتے، رات کو ہندوؤں کی دیوالی کی طرح گھروں میں چراغاں کرتے، بازاروں میں نام نہاد نمائشوں کا اہتمام کرتے، محفل میلاد کا سوانگ رچا کر ''قوالوں'' سے شرک سے لتھڑی غلیظ قوالیاں سنتے اور اس کے علاوہ جو خرافات ہم سے ہوسکتی ہیں دین اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔''

اس کے جواب میں اولیں گذارش تو یہ ہے کہ بارہ ربیع الاول سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم وصال ہے ہی نہیں۔ اس لیے وہ شاخ ہی نہ رہی، جس پے آشیانہ تھا۔

دوسری بات میلاد کے جلوس میں غیر شرعی امور کا ارتکاب، اگر یہ کہیں ہوتا ہے تو کوئی بھی اس کی تائید نہیں کرتا۔ میلاد کی اصل تو جائز خوشی ومسرت کا اظہار اور سرکار کی عظمت کو بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کے مقتدر علماء اپنی کتابوں میں وضاحت فرما چکے ہیں۔

میرے خیال میں کوئی بھی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام سرکار کی سنت کا استہزاء اڑانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ممکن ہے میلاد منانے والوں کو بدنام

کرنے کے لیے جلوس میں ''کوئی اور'' گھس آتا اور غیر شرعی امور کا ارتکاب کرتا ہو۔ ابو طاہر صاحب کے الفاظ کو دوبارہ پڑھئے، تو آپ کو اس کا اشارہ مل جائے گا کہ وہ کون ہیں؟ جو میلاد کے جلوس کو بدنام کرنے کے لیے اس میں غیر شرعی امور کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بارہ وفات کی حقیقت:

ابو طاہر صاحب لکھتے ہیں:

''حقیقت تو یہ ہے کے ہم ۱۲ ربیع الاول کے متعلق آج تک پرانے بزرگوں سے بارہ وفات کا لفظ ہی سنتے آئے ہیں۔''

گذشتہ صفحات میں یہ حقیقت بیان ہو چکی ہیں کہ محدث ابن جوزی، امام سخاوی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، امام قسطلانی اور بے شمار اکابرین امت فرماتے ہیں کہ اہل اسلام ہمیشہ سے ربیع الاول میں محافل میلاد کا انعقاد کرتے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اہل اسلام محافل میلاد سجاتے رہے ہیں، تو ابو طاہر صاحب کے یہ ''پرانے بزرگ'' کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اکابرین امت اور محدثین عظام کے مقابلے میں اپنے ''پرانے بزرگوں'' کی ہی پیروی کرنا کس قسم کی روش ہے؟ اندھی تقلید اسے ہی تو کہتے ہیں۔ اس موقعہ پر مجھے تو قرآن مجید کی یہ آیت یاد آ رہی ہے:

''وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـئًا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ''[1]۔

[1] القرآن (۲-۱۷۰)

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے، اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ وہ کہتے بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ وہ ہدایت پر ہوں۔)

میلاد النبی ﷺ پر عید کا اطلاق

ابو طاہر صاحب لکھتے ہیں:

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں تو دو ہی عیدیں ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اب اگر کوئی شخص تیسری عید کا اضافہ کرتا ہے، تو گویا وہ دین کو نامکمل سمجھتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھتا ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت باسعادت کے دن قصداً روزہ رکھا معلوم ہوا کہ یہ دن عید منانے کا نہیں، کیونکہ شرعی عیدین کے دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔''

غور فرمایئے جشن عید میلاد النبی کی مخالفت میں ابو طاہر صاحب کس طرح احادیث مبارکہ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث مبارکہ پہلے گزر چکی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جمعہ بھی یوم عید ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمعہ کے متعلق یہ بھی فرمان ہے جو اکثر کتب حدیث میں موجود ہے۔

''ان ھذا یوم عید جعلہ للمسلمین۔''

(اسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے یوم عید بنایا ہے۔)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ بھی فرمایا:

"یوم عرفة و یوم النحر و ایام التشریق عیدنا اهل الاسلام"[1]

(عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور تشریق کے دن، ہم اہل اسلام کی عید کے دن ہیں۔)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح فرمان گرامی کے ہوتے ہوئے مضمون نگار موصوف پھر بھی بضد ہیں کہ عیدیں دو ہی ہیں۔

اور یہ کہنا کہ اس دن عید کی طرح کوئی اضافی نماز یا عبادت نہیں کہ اس دن دن سرکار روزہ رکھتے تھے۔

تو گذارش یہ ہے کہ اگر شارع علیہ السلام ان تمام دنوں کو عید قرار دیں اور بعض میں کوئی اضافی عبادت رکھیں اور بعض میں نہ رکھیں، تو کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جمعہ عید کا دن بھی ہے لیکن اس دن روزہ رکھنا جائز ہے اور عید الفطر کو روزہ رکھنا حرام ہے۔ یہ تو شارع کی مرضی پر منحصر ہے نہ کہ تمہارے مشورے پر اور عید میلا د النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دن کوئی اضافی عبادت نہ ہونے کا جواب تو علماء اسلام بہت پہلے دے چکے ہیں۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں۔

''وہ جمعہ کا دن، جس میں حضرت آدم کی ولادت ہوئی، اس میں ایک خصوصی گھڑی ہے جس میں کوئی مسلمان جس شے کی دعا کرے، وہ اسے عطا کی جاتی ہے، تو اس گھڑی کا مرتبہ و مقام کیا ہو گا؟ جس میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] المستدرک ج ا ص ۶۰۰

تشریف آوری ہوئی۔ یوم میلاد میں یوم جمعہ کی طرح جمعہ یا خطبہ لازم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے وجود رحمت کے اکرام کی وجہ سے امت پر تخفیف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اسی رحمت کا ایک اظہار یہ بھی ہے کہ (خاص اس دن کے لیے) کسی عبادت کا مکلّف نہیں بنایا،[1]"

یہ چیز بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اصل اختلاف صرف لفظ عید کے اطلاق کا نہیں ہے، بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی و مسرت کے اظہار کرنے یا نہ کرنے کا ہے۔ اگر مضمون نگار موصوف کو صرف لفظ عید سے ہی چڑ ہے، تو وہ جشن میلاد النبی یا اس کے مشابہ کوئی لفظ استعمال کر کے بھی خوشی و مسرت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کرنا نصیب نہیں، تو واضح ہوا کہ یہ اعتراضات دل کی تشفی یا اطمینان کے لیے نہیں بلکہ صرف نہ ماننے کے حیلے اور بہانے ہیں۔

ابو طاہر صاحب لکھتے ہیں:

''مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اہتمام نصاریٰ اور ہنود کی مشابہت نہیں تو کیا ہے؟'' اور آخر میں وہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کے کہتے ہیں'' آپ کیا چاہتے ہیں؟ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔''

ابو طاہر صاحب! فیصلہ ہم نے کر لیا کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا تو

[1] المواھب اللدنیہ ج ا ص ۱۴۲۔

قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ اسی لیے امت مسلمہ ہمیشہ اس عمل خیر پر عمل کرتی رہی ہے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ عمل تو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقاضا ہے اور محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ بھی۔ قرآن وسنت اور اکابرین امت کے عمل کی روشنی میں ہم اس فیصلہ پر پہنچتے ہیں کہ میلاد منانا تو یہودیوں کی قطعاً مشابہت نہیں ہے۔ لیکن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روکنا چونکہ لوگوں کو محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور کرنے کی ایک سازش ہے، اس لیے میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روکنا، اس ابلیسی اور یہودی منصوبے کا حصہ ضرور ہے جس کی طرف اقبال نے یوں اشارہ کیا تھا:

؎ وہ فاقہ کش، کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ان افراد کے شر سے محفوظ فرمائے، جو امت میں افتراق و انتشار کے بیج بونا چاہتے ہیں اور دنیاوی مفادات کے حصول کے لیے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ بے وفائی اور غداری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ چونکہ صراط مستقیم یہی ہے۔

جشن میلاد اور تصور بدعت

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین اس بابرکت عمل کو بدعت ثابت

کرنے کے لیے بڑے شدومد سے دلائل دیتے رہتے ہیں اور اس مسئلہ میں بہت زیادہ انتہاء پسندی اور غلو سے کام لیتے ہیں۔ یوں تو میلاد کے انکار پر لکھی گئی کوئی بھی کتاب اور اس موضوع پر کی گئی کوئی بھی تقریر اس سے خالی نہیں ہوتی۔ لیکن ابوبکر جابر الجزائری نے اپنی کتاب ''محفل میلاد'' میں میلاد کو بدعت اور گمراہی ثابت کرنے کے لیے بہت غلو سے کام لیا ہے اور انہیں اپنا مقصود ثابت کرنے کے لیے بہت سے پینترے بدلنا پڑے ہیں۔ ذیل میں ان کے دلائل کا تجزیہ کیا جائے گا اور میلاد منانا گمراہی ہے یا بہت بڑے اجر وثواب کا ایک عمل۔ اس پر بھی وضاحت سے روشنی ڈالی جائے گی۔

ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے بجالانے کا ایک راستہ اور طریقہ متعین فرمایا ہے اگر اس طریقہ سے ہٹ کر کسی دوسرے طریقہ سے وہ کام کیا جائے، تو وہ کام مثبت نتائج نہیں دے گا بلکہ ہلاکت اور بربادی کا باعث بنے گا مثلاً اللہ تعالیٰ نے بھوک مٹانے کا ذریعہ ماکولات اور مشروبات کو بنایا ہے، اب اگر کوئی بندہ مٹی اور لکڑی سے بھوک مٹانا چاہے گا، تو وہ ہلاک ہو جائے گا، ایسے ہی دین کے اعمال بجالانے کا بھی ایک راستہ شریعت نے متعین کیا ہے۔ اگر اس سے ہٹ کر کوئی بھی راستہ اختیار کیا جائے گا تو وہ گمراہی اور ہلاکت کا راستہ ہوگا مثلاً شریعت نے اگر نماز فجر کے دو فرض مقرر کیے ہیں، تو جو بھی دو کی بجائے تین یا چار فرض پڑھے گا، وہ گمراہ ہو جائے گا۔ ایسے ہی روزہ اور حج کے ارکان میں کمی بیشی بھی نیکی نہیں بلکہ گناہ کا کام تصور ہوگا۔ ایسے ہی نیکی اور عبادت کا جو بھی طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے اختیار نہیں فرمایا، وہ بدعت اور

گمراہی ہوگا۔ چونکہ میلاد بعد میں شروع کیا گیا ہے اس لیے یہ بدعت اور گمراہی ہے۔

جن کاموں کو امت نے کسی فائدہ کے لیے بعد میں شروع کیا، مثلاً صرف ونحو کی تعلیم، مساجد کے محراب اور اصول فقہ وتفسیر وغیرہم یہ بدعت نہیں بلکہ مصالح مرسلہ ہیں۔ وہ ہر بدعت کو گمراہی کہتے ہیں اور بدعت کی کسی بھی تقسیم کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے الفاظ میں ''بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی تقسیم اور اس پر احکام خمسہ کا جاری کرنا من گھڑت ہے، جس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی حجت۔''

انھوں نے میلاد پر کچھ اور خودساختہ اعتراضات بھی کیے ہیں، جن کا تذکرہ آئندہ سطور میں ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ لیکن ان کی گفتگو کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ میلاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ سردست، اسی دلیل کا ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

بدعت کے لغوی و شرعی مفہوم کی وضاحت سے پہلے میں قارئین کی توجہ الجزائری صاحب کی ایک بہت بڑی فکری خطا کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ انھوں نے مستحب کو فرض پر قیاس کر کے ایک یکساں حکم لگا دیا۔ کاش انھیں یہ بنیادی اور موٹی سی بات ہی سمجھ آ گئی ہوتی کہ نماز فجر کے دو کی جگہ تین فرض پڑھنا اور چیز ہے اور کوئی ایسا کام کرنا، جس کی اصل شریعت میں موجود ہو لیکن، ہیئت مخصوصہ نئی ہو، دوسری چیز ہے، دونوں کا حکم یکساں نہیں ہوتا۔

بدعت کے لغوی اور شرعی مفاہیم کو واضح کرنے کے لیے میں اپنی ایک دوسری کتاب ''معارف درود سلام'' کے باب ''الصلوۃ عند الاذان'' سے بحث کا متعلقہ پیش کرتا ہوں۔

پھر میلاد کے بدعت ہونے یا نہ ہونے پر گفتگو کی جائے گی۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں بدعت ایک انتہائی مذموم اور قابل نفرت سنے ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو عہد رسالت یا قرون ثلاثہ میں نہیں تھی ، وہ جیسی بھی ہو، تو اس کا مرتکب بدعتی ضال اور مضل قرار پائے گا؟ نہیں یقیناً نہیں۔ شریعت اسلامیہ اپنے دامن میں جو توسیع اور وسیع النظری لیے ہوئے ہے، یہ تصور اس کے منافی ہے۔

کسی بھی نئی چیز کی حیثیت کو سمجھنے کے لیے یہ حدیث پاک ضرور مدنظر رہنی چاہیے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فعمل بہ بعدہ کتب لہ اجرمن عمل بہ ولا ینقص من اجورھم شئی و من سن فی الاسلام سنۃ سیئہ فعمل بھا بعدہ کتب علیہ مثل وزر من عمل بھا ولا ینقص من اوزا ھم شئی۔[۲]

(حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتدا کی اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ بھی اس (نیک کام) پر عمل کریں گے، ان کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور اسی طرح جس نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی اور بعد میں اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس برے کام پر عمل کریں گے، ان سب کا گناہ اس (ابتداء کرنے والے) کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا اور اس برے طریقے کے اپنانے والوں کے اپنے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔)

اس حدیث پاک سے بالکل واضح ہو رہا ہے کہ ہر نئی بات گمراہی نہیں۔ اگر وہ اچھی اور مزاجِ اسلام کے مطابق ہے، تو شریعت کی نظر میں محمود اور مستحسن ہے اور اگر بری ہے تو وہ گمراہی اور مردود ہے۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

[۱] محفل میلاد ص۔۱۲ المبعۃ اھلیۃ۔جدہ

[۲] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۷۔ مشکوۃ المصابیح ص ۳۳

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری ہے، قصہ جدید و قدیم

آیئے اب اس تناظر میں بدعت کی تعریف اوراس کے متعلقات کا جائزہ لیں:

بدعت کا لغوی وشرعی مفہوم:

علامہ سید شریف علی بن محمد الجرجانی نے بدعت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

۱۔ ''البدعة هی الفعلة المخالفة للسنة لأن قائلها ابتداعها من غیر مقال امام۔''

۲۔''هی الأمر المحدث الذی لم یکن علیه الصحابة والتابعون ولم یکن مما اقتضاه الدلیل الشرعی۔''[1]

(بدعت وہ کام ہے جوسنت کے مخالف ہواس کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا قائل امام کے قول کے بغیراس کی اختراع کرتا ہے۔)

۲۔(بدعت وہ نیا کام ہے جس کوصحابہ اورتابعین نے نہ کیا ہواور نہ ہی دلیل شرعی اس کا تقاضا کرتی ہو۔)

بدعت کی ان دونوں تعریفوں میں غورفرمائیں۔ پہلی میں بدعت کی تعریف میں سنت کے مخالف ہونے کی قید ہے اور دوسری میں دلیل شرعی کا مقتضیٰ نہ ہونے کی قید ہے۔ یعنی مطلق کسی کام کا نیا ہونا، اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ یا تو وہ مخالف سنت ہو یا کسی بھی دلیل شرعی سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو۔ اوراگر وہ کام مخالف سنت ہوگا تواگرچہ وہ عہدنبوت میں بھی موجود ہو، تب بھی بدعت کے زمرہ میں آئے گا۔ جیسے طلاق بدعت، جوعہد نبوت میں موجود تھی اور چونکہ مخالف سنت تھی، اس لیے طلاق کی اس قسم کو بدعت کہا جاتا ہے۔

---

[1] التعریفات، ص:۱۹ مطبوعہ ترون، ایران

"علامہ ابن عابدین شامی نے بدعت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

ما أحدث على خلاف الحق المتلقی من رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم او عمل اوحال بنوع شبهه و استحسان و جعل دیناً قویما و صراطا مستقیما"[1]

(وہ نئی چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ دین کے خلاف ہو خواہ وہ علم ہو، یا عمل ہو، یا حال اور اس کی بنیاد کسی شبہ یا مخفی قیاس پر ہو اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم بنالیا جائے۔)

اس تعریف سے بدعت کی دو قیود معلوم ہوتی ہیں، ایک تو وہ دین کے خلاف ہو اور دوسرا اس کو دین سمجھ لیا جائے یعنی اس کے تارک کو قابل مذمت گردانا جائے۔

علامہ مجد الدین ابن اثیر جزری بدعت کی تقسیم کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"**البداعة بدعتان: بدعة هدی و بدعة ضلال فما کان فی خلاف ما أمر الله به و رسوله صلی الله علیه وسلم فهو فی حیز الانکار و ما کان واقعا تحت عموم ما ندب الله علیه و حض علیه الله و رسوله فهو فی حیز المدح۔**"[2]

(بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو، وہ مذموم اور ممنوع ہوگا اور وہ کام جو کسی ایسے حکم کے عموم کے تحت آئے، جسے اللہ تعالیٰ نے مستحسن قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کا شوق دلایا ہو، تو اس کا کرنا محمود ہوگا)

بدعت کی انھیں اقسام کی مزید تفصیل اور احکام علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی سے سنئے۔ (عبارت طویل ہے اس لیے صرف ترجمہ پر اکتفاء کرتا ہو) فرماتے ہیں:

---

[1] ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۴ [2] النہایہ ج ۱ ص ۵۰۶

''(بدع) البدعۃ ''با'' کی زیر سے اس کا شریعت میں معنیٰ یہ ہے وہ نیا کام، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور سیئہ۔ شیخ امام ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام جو جملہ علوم میں ماہر ہیں، جن کی جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے، انھوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا بدعت کی درج ذیل اقسام ہیں: واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح، انھوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے، اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہو، تو واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہو تو حرام ہے اور اگر قواعد استحباب کے تحت داخل ہو تو مستحب ہے اور اگر کراہت کے قواعد کے زمرہ میں آتی ہو، تو مکروہ ہے اور اباحت کے قواعد میں داخل ہو، تو مباح ہے۔''

بدعت واجبہ کی چند مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا، جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے۔ یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن و حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہو سکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو، وہ واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کے لیے علم لغت کا حاصل کرنا۔ تیسری مثال قواعد دین اور اصول فقہ کو مرتب کرنا ہے۔ چوتھی مثال سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا ہے تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مندرجہ بالا علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ، جبریہ، مرجئہ اور مجسمہ کے نظریات اور ان لوگوں کی تردید کرنا بدعات واجبہ میں داخل ہے۔ بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں، سرائے اور مدارس بنانے اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام کرنا جو عہد رسالت میں نہیں تھا۔

تراویح کی (باقاعدہ) جماعت، تصوف کی دقیق ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ اور نیک مقصد کے لیے محافل منعقد کرنا، بشرطیکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود

ہو۔ بدعات مکروہ کی بعض مثالیں یہ ہیں، مساجد کی زیب و زینت کرنا۔ مصحف قرآن کو مزین کرنا (متاخرین فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے) بدعات مباح کی بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے، پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا، کھلی آستینوں کی قمیص پہننا۔ ان میں اختلاف ہے بعض علماء نے ان امور کو بدعات مکروہ میں داخل کیا ہے اور بعض نے ان کو عہد رسالت اور عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے۔ جیسے نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ جہراً پڑھنے میں سنت ہونے یا نہ ہونے کا اختلاف ہے یہاں تک امام عبد العزیز بن عبد السلام کا کلام ہے (پھر امام نووی فرماتے ہیں)

امام بیہقی نے مناقب شافعیؒ میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعیؒ سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت، اجماع یا اثرؓ کے خلاف ہو یہ بدعت سیئہ ہے۔ دوسری قسم، وہ نئے کام جن میں خیر ہو، ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں اور یہ بدعت غیر مذموم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں (تراویح کی) جماعت قائم کروا کے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے۔ یعنی وہ کام جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے یہاں امام شافعیؒ کا کلام ختم ہوتا ہے[1]۔ بدعت کی یہی اقسام شیخ عبد الحق محدث دہلوی[2]، ملا علی قاری[3]، علامہ شامی[4]، علامہ آلوسی[5] اور امام جلال الدین سیوطی[6] نے بھی بیان کی ہیں یہاں تک کہ نواب وحید الزماں بھی اس تقسیم کے قائل ہیں۔[7]

نہ جانے ابوبکر الجزائری صاحب نے ایسی واضح حقیقت کو جھٹلاتے ہوئے یہ کیسے لکھ دیا:

''بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی تقسیم اور اس پر احکام خمسہ کا جاری کرنا من گھڑت بات ہے، جس پر نہ کوئی دلیل ہے، نہ کوئی حجت''[8]۔

[1] تہذیب الاسماء واللغات ج ا ص ۲۴۔ ۲۳ [2] اشعۃ اللمعات ج ا ص ۴۲۲ مطبوعہ لاہور [3] مرقاۃ ج ا ص ۲۱۶ مطبوعہ ملتان [4] ردالمحتار ج ا ص ۵۲۳ مطبوعہ استنبول [5] روح المعانی ج ۲۷ ص ۱۹۲۔ دار احیاء التراث [6] الحاوی للفتاوی ج ا ص ۱۹۲۔ مطبوعہ فیصل [7] ہدیۃ المہدی ص ۱۱۷ مطبوعہ دہلی [8] محفل میلاد ص ۱۲

بہر حال بدعت کے متعلق مذکورہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کام عہد نبوت میں نہیں تھا، لغوی طور پر وہ بدعت ہی کہلائے گا لیکن ہر بدعت گمراہی نہیں ہے بلکہ اگر وہ کام شریعت کے مزاج کے مطابق ہوگا، تو بدعت حسنہ کہلائے گا پھر یہ واجب ہوگا یا مستحب یا مباح اور اگر شریعت اسلامی کے مزاج کے خلاف ہوگا تو وہ بدعت سیئہ کہلائے گا پھر وہ حرام ہوگا یا مکروہ یا خلاف اولی۔

میلاد اور بدعت:

اب محافل میلاد اور جشن میلاد پر غور فرمائیں کہ آیا یہ شریعت کے مزاج کے مطابق ہیں یا اس کے خلاف، اور میلاد کی کوئی اصل شریعت میں موجود ہے یا نہیں؟ تاکہ اس کا حکم واضح ہو سکے۔

میلاد کی اصل:

محافل میلاد کی اصل یہ ہے کہ ان محافل کو سجا کر اور ان کا انعقاد کر کے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔ بالخصوص آپ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ کیا جاتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہونے والے عجائبات اور ارہاصات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جہان میں تشریف آوری پر خوشی ومسرت کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس نعمت عظمیٰ کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے، محفل کے اختتام پر حاضرین کو کھانا پیش کیا جاتا ہے یا کوئی تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔

چونکہ میلاد کی محافل میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جہان میں تشریف آوری پر خوشی ومسرت کا اظہار کیا جاتا ہے، اس لیے اظہار مسرت کے لیے چراغاں کیا جاتا ہے، جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں اور آج کل چونکہ اظہار مسرت کا ایک ذریعہ جلوس نکالنا بھی ہے، اس لیے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں جلوس نکالے جاتے ہیں، ان میں نعتیں اور نعتیہ قصائد پڑھے جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی میلاد کی اصل اور حقیقت کے متعلق فرماتے ہیں:

"ان اصل المولد هو اجتماع الناس وقرأة ما تيسر من القرآن و رواية الاخبار الواردة فى مبدء امر النبى صلى الله عليه وسلم و ما وقع فى مولده من الآيات ثم يمدلهم سماط يا كلونه و ينصرفون من غير زيادة على ذالك من البدع الحسنة التى يثاب عليها صاحبها لما فيه من تعظيم قدر النبى صلى الله عليه وسلم و اظهار الفرح والاستبشار بمولده الشريف صلى الله عليه وسلم"[1]

(محفل میلاد کی اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کریں، اور ان احادیث مبارکہ کا تذکرہ کریں، جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بیان ہے۔ اور سرکار کی ولادت باسعادت کے وقت قدرت کی جن نشانیوں کا اظہار ہوا، ان کا بیان کریں پھر تناول ماحضر ہو۔ یہ بدعت حسنہ ہے، جس کے کرنے والے کو اجر عظیم دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قدر ومنزلت اور آپ کی تشریف آوری پر خوشی ومسرت کا اظہار ہے)

اعلیٰ حضرت بریلویؒ کے والد ماجد مولانا علی تقی علی خان حقیقت میلاد کے متعلق فرماتے ہیں:

"تو محفل میلاد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یا چند آدمی شریک ہو کر خلوص عقیدت ومحبت حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کی ولادت اقدس کی خوشی اور اس نعمت عظمیٰ اعظم نعم الٰھیہ کے شکر میں ذکر شریف کے لیے مجلس منعقد کریں اور حالات ولادت باسعادت ورضاعت وکیفیت نزول وحی وحصول مرتبہ رسالت و احوال معراج وہجرت وارہاصات ومعجزات واخلاق وعادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی بڑائی اور عظمت، جو خدا تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور حضور کی تعظیم وتوقیر کی تاکید اور وہ خاص معاملات اور فضائل وکمالات جن سے حضرت

[1] حسن المقصد فی عمل المولد، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۸۹

احدیت جل جلالہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص اور تمام مخلوق سے ممتاز فرمایا اور اسی قسم کے حالات و واقعات احادیث و آثار صحابہ و کتب معتبرہ سے مجمع میں بیان کیے جائیں اور اثنائے بیان میں کتاب خواں و واعظ درود پڑھتا جائے اور سامعین و حاضرین بھی درود پڑھیں، بعدازاں ماحضر تقسیم کریں، یہ سب امور مستحسن و مہذب ہیں اور ان کی خوبی دلائل قاطعہ، براہین ساطعہ سے ثابت ہے۔[1]

قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ میلاد کے اس عمل میں اور اس کی اصل میں کون سی چیز ہے، جو اسلام کے منافی ہے جس کی وجہ سے میلاد کو بدعت اور گمراہی کہا جارہا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ میلاد کی اصل اور اس کی حقیقت تو بلاشبہ درست ہے لیکن اس کی موجودہ ہیئت بدعت ہے، اس لیے یہ ناجائز اور گمراہی ہے، تو گذارش یہ ہے کہ سطور بالا میں تفصیل گزرچکی ہے کہ جب کسی کام کی اصل شریعت میں موجود ہو اور وہ شریعت کے مزاج کے مطابق ہو، تو وہ کام اگرچہ لغوی طور پر بدعت ہی کہلاتا ہے لیکن وہ بدعت نہیں جو گمراہی ہے بلکہ بدعت حسنہ ہے جس کے ادا کرنے والا بارگاہ الٰہی سے اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ

میلاد ہی بدعت اور گمراہی کیوں؟

مخالفین میلاد بھی ''سیرت النبی، سیرت خیر البشر'' وغیرہما کے نام سے جلسے اور کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔ کیا قرون ثلاثہ میں اس کا کوئی ثبوت ہے کہ اعلان ہو رہے ہوں کہ سیرت النبی کا جلسہ ہوگا اور فلاں صحابی اس میں خطاب فرمائیں گے۔

اگر موجود ہیت کے ساتھ جلسۂ سیرت کا ثبوت نہیں اور محافل میلاد کا بھی نہیں تو آخر آپ کے قاعدہ کے مطابق جلسہ سیرت النبی بدعت اور گمراہی کیوں نہیں؟

ہمارے نزدیک تو چونکہ دونوں کی اصل شریعت میں موجود ہے اس لیے یہ دونوں بدعت حسنہ ہیں لیکن آپ کے قانون کے مطابق جلسہ سیرت النبی کا انعقاد باعث ثواب اور محافل میلاد کا انعقاد گمراہی۔ آخر اس فرق کی تہہ میں کون سی منطق

[1] اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام، ص: ۳۹

کارفرما ہے؟

؎ تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

میلاد اور منکرات:

کہا جاتا ہے کہ میلاد اس لیے ناجائز ہے کہ اس میں بہت سی غیر شرعی چیزیں پائی جاتی ہیں۔

ابو بکر جابر الجزائری اس پس منظر میں لکھتے ہیں:

''جو اعمال میلاد میں کیے جاتے ہیں وہ کماً و کیفاً ہر ملک والوں کی عقل و فہم غنا اور فقر و غناء کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں لیکن سب میں مشترک چیزیں یہ پائی جاتی ہیں:

۱۔ جس ولی یا سید کے نام پر موسم یا ذروہ یا میلاد و حضرہ ہو رہا ہو۔ اس کے نام محل نظر پر نذریں چڑھانا اور ذبح کرنا۔

۲۔ اجنبی عورتوں اور مردوں کا باہم اختلاط۔

۳۔ رقص و سرورد، ناچ و رنگ، گانا اور بجانا، طبلہ و تاشہ اور سارنگیاں......

۴۔ کہیں کہیں فحاشی اور شراب نوشی بھی ہوتی ہے لیکن یہ ہر ملک اور ہر میلاد میں عام طور سے نہیں ہوتی......[۱۶]

علامہ عطاء اللہ بندیالوی لکھتے ہیں:

''میلاد کے جلوس میں غیر شرعی حرکات بینڈ باجے، گتکے بازی، داگ رنگ، ڈھولک کی تھاپ پر ڈانس، طبلہ، سرنگی اور چمٹہ اور ڈھول سب کچھ ہوتا ہے۔[۱۷]

ان کے بارے میں میں چند گذارشات کرتا ہوں:

۱۔ مجھے اپنی زندگی میں میلاد کی بے شمار محافل میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ خدا شاہد ہے میں نے کسی محفل میں مرد و زن کا اختلاط، رقص و سرود اور

---

[۱۶] محفل میلاد ص ۱۷

[۱۷] عید میلاد النبی ص ۹۔ از علامہ عطاء اللہ بندیالوی مطبوعہ سرگودھا

شراب نوشی کے یہ غیر شرعی مناظر کہیں نہیں دیکھے اور نہ ہی کسی محفل میں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کوئی جانور ذبح کیا گیا۔ محافل میلاد کے متعلق یہ الزامات پڑھ کر مجھے قرآن مجید کی بھی آیۃ طیبہ یاد آتی ہے **سبحنک ھذا بھتان عظیم۔**

تعجب کی بات یہ ہے کہ جو محافل میلاد میں شرکت کو بہت بڑا اجر وثواب سمجھ کر ان میں شرکت کی کوشش کرتے ہیں انہیں تو وہ چیزیں نظر نہیں آتیں لیکن جو محافل میلاد سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کافر کلمہ سے بھاگتا ہے انھیں یہ چیزیں کیسے اور کہاں سے نظر آجاتی ہیں؟

۲۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ فرض کریں کسی محفل میں یہ غیر شرعی امور پائے بھی جاتے ہیں، تو کیا غیر شرعی امور کے پائے جانے سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے یا اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ مثلاً نکاح اور شادی کے موقعہ پر کیا ان منکرات کا ظہور بدرجہ اتم نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ کیا مرد وزن کا اختلاط، ڈھول دھمکے، طبلے، سارنگیاں وہاں نہیں پائی جاتیں، تو کیا آپ نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوی صادر فرمادیں گے؟ عید جو کہ ایک اسلامی تہوار ہے، اس وقت کیا فحاشی کا ایک سیلاب نہیں اُمڈ آتا، پارکوں اور تفریح گاہوں میں عریانی اپنے جوبن پر نہیں پہنچ جاتی، تو کیا آپ عید کے تہواروں پر پابندی لگا دیں گے؟

اگر کوئی نفس کے پجاری اور بے راہ لوگ کسی جائز کام کے موقع پر کچھ غیر شرعی امور کا ارتکاب کرتے ہیں، تو اس سے وہ کام تو ناجائز نہیں ہو جائے گا۔ ہاں ان برے کاموں کی پرزور تردید کی جائے گی اور کس نے کہہ دیا کہ یہ منکرات میلاد کا حصہ ہیں۔ ہم ان منکرات کی پرزور تردید کرتے ہیں۔

۳۔ تیسری گذارش ہے کہ میلاد کی ننانوے فیصد محافل ان منکرات سے یقیناً پاک ہوتی ہیں۔ ان میں آپ کتنی شرکت فرماتے ہیں؟ چلو اگر ہماری محافل پر اعتماد نہیں تو ان منکرات سے پاک کوئی محفل میلاد آپ خود ہی سجالیں، تو ہم سمجھیں گے کہ آپ ان منکرات کی وجہ سے ان محافل سے گریزاں ہیں ورنہ سرکار کی تشریف آوری کی خوشی آپ کو بھی ہے، لیکن جب آپ خود بھی یہ محافل منعقد نہیں کرتے اور کرنے والوں پر بے جا اعتراض بھی کرتے رہتے ہیں تو مطلب واضح ہے کہ صرف

اعتراض برائے اعتراض ہے۔

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

میلاد بدعت یا مصالحہ مرسلہ:

ابو بکر جابر الجزائری صاحب نے میلاد کو گمراہی ثابت کرنے کے لیے ایک پینترا یہ بھی بدلا ہے کہ وہ کام جنہیں جماہیر امت بدعت حسنہ کے زمرہ میں شمار کرتے آئے ہیں۔ جیسے قرآن حکیم کو کتابی شکل میں جمع کرنا، مسجد کا محراب بنانا اور علوم صرف ونحو کی تدوین وغیرہم، چونکہ وہ بدعت کی کسی بھی تقسیم کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک بدعت صرف گمراہی ہی کا دوسرا نام ہے اس لیے انھوں نے ان کاموں کو بدعت نہیں کہا، انھوں نے ان چیزوں کو مصالح مرسلہ کہا ہے اور میلاد کو بدعت۔

مصالح مرسلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ہر وہ منفعت جو شریعت کے مقاصد میں داخل ہو، چاہے شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو کہ اس کو لیا جائے یا اس کو نہ لیا جائے مقاصد شریعت میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ ''جلب منافع اور دفع مضرات'' کے اصول پر قائم ہے پس ہر وہ چیز جس سے مسلمان کو فائدہ یا کسی مضرت کا ازالہ ہو وہ اس کے لیے جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ ایسی چیز نہ ہو جس کو شریعت نے کسی ظاہری اور مخفی نقصان کی بنا پر ممنوع کر دیا ہے۔ اب کسی عورت کو یہ حق نہیں کہ مالی منفعت کو دلیل بنا کر زنا کرے کیونکہ اس ذریعہ کو شریعت نے لغو و باطل قرار دیا ہے۔ اس طرح کسی مرد کو یہ استحقاق نہیں کہ مال حاصل کرنے یا اپنا کوئی بھی نجی کام نکالنے کے لیے جھوٹ، خیانت یا سود کا استعمال کرے کیونکہ ان مصالح کو شریعت نے ممنوع کر دیا ہے''۔[1]

چند سطور کے بعد ان کی مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''مثال کے طور پر قرآن کریم کی کتابت اور اس کو ابو بکر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں یکجا کر

[1] محفل میلاد ص ۱۴۔

دینا یہ بدعت نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق مصالح مرسلہ سے ہے......اسی طرح مکاتب میں حفظ قرآن کے لیے یکجا تعلیم یہ سب مصالح مرسلہ میں داخل ہیں، جن کی شرع میں نظیر الغاء واعتبار کے لحاظ سے نہیں ملتی۔ لیکن مقاصد عامہ کے ضمن میں داخل ہیں تب اس کو بدعت حسنہ کہنے کا کسی کو حق نہیں اور نہ ہی جن چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت فرمایا ہے، اس پر قیاس کرنا صحیح ہے۔[1]

الجزائری صاحب کی اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ نیا کام جس سے لوگوں کا فائدہ وابستہ ہو اور شریعت نے اس سے منع نہ فرمایا ہو، وہ مصالح مرسلہ میں شمار ہوگا اور جائز ہوگا۔ جیسے قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع کرنا یا مساجد کے محراب بنانا۔ لیکن اگر کسی کام میں فائدہ تو ہو لیکن شریعت نے اس سے منع فرمایا ہو، تو وہ جائز نہ ہوگا جیسا سود خوری میں اگرچہ انسان کا فائدہ ہے لیکن چونکہ شریعت نے اس سے روکا ہے، اس لیے یہ جائز نہ ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ اگر کتابت قرآن میں فائدہ ہے اور شریعت نے اس سے روکا نہیں تو یہ مصالح مرسلہ میں داخل ہے تو محافل میلاد کے انعقاد میں بھی یقیناً ان گنت فوائد ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہوتی ہے، سرکار کی سیرت سے لوگ واقف ہوتے ہیں۔ اس نعمت عظمیٰ کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے صدقہ وخیرات کیا جاتا ہے اور شریعت نے میلاد کی اصل سے بھی نہیں روکا تو آخر میلاد مصالح مرسلہ میں شامل کیوں نہیں ہوسکتا؟ جن فوائد کے تحت جلسہ سیرت النبی۔ یا جلسہ سیرت خیر البشر مصالح مرسلہ میں شامل ہو کر جائز ہیں انہیں فوائد کے تحت محافل میلاد النبی مصالح مرسلہ میں شامل ہو کر جائز کیوں نہیں؟ عجیب منطق ہے کہ جو ذوق کے مطابق ہو، وہ مصالح مرسلہ اور جو ذوق کے مطابق نہ ہو، وہ بدعت اور گمراہی

؎ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

مصالح مرسلہ اور بدعت حسنہ ایک ہی حقیقت کے دو رخ اور ایک ہی بات کی

[1] نفس مصدر ص ۱۶

دو تعبیریں ہیں یا کتابت قرآن اور محراب کو بھی بدعت و گمراہی کہنا پڑے گا یا محافل میلاد کو بھی مصالح مرسلہ کہنا پڑے گا۔ کیونکہ ان دونوں کا حکم یکساں ہے کیونکہ دونوں کی علت ایک ہے میں اپنی اس گفتگو کو علامہ شاطبی کے اس فرمان پر ختم کرتا ہوں۔ علامہ ابواسحاق شاطبیؒ فرماتے ہیں:

''فان المصالح المرسلة يرجع معناها الى اعتبار المناسب الذى لا يشهد له اصل معين فليس له على هذا شاهد شرعى على الخصوص ولا كونه قياسا بحيث اذا عرض على العقول تلقته بالقبول وهذا بعينه موجود فى البدع المستحسنة فانها راجعة الى امور فى الدين مصلحية فى زعم و اضعيها فى الشرع على الخصوص و اذا ثبت هذا فان كان اعتبار المصالح المرسلة حقا فاعتبار البدع المستحسنة حقالانهما يجريان من واد واحد و ان لم يكن اعتبار البدع حقالم يصح اعتبار المصالح المرسله۔[1]

(مصالح مرسلہ اس اعتبار مناسب کی طرف رجوع کرتی ہیں جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی۔ اس طرح کہ اس پر کوئی خصوصی دلیل شرعی نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کسی ایسے قیاس سے ثابت ہوا ہے کہ اسے جب عقل پر پیش کیا جائے، تو عقل اسے قبول کرے اور بعینہ یہی چیز بدعت حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ بدعات حسنہ ایجاد کرنے والوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور خصوصاً شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ماننا پڑے گا کہ اگر مصالح مرسلہ حق ہیں تو بدعت حسنہ بھی حق ہے کیونکہ دونوں کی اصل ایک ہے اگر بدعت حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہوگا تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہ ہوگا)

اب تو قارئین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ الجزائری صاحب کے نزدیک صداقت کا معیار ان کا مخصوص ذوق ہے نہ کہ کوئی دلیل۔

هذا ماعندى والله تعالىٰ اعلم بالصواب اللهم ارنا الحق حقا و ازقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وزقنا اجتنابه اللهم أرنا الاشياء كما هى۔

[1] الاعتصام ج۲ ص۱۱۱